مسئلہ خلافت

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (پ۱۸سورۃ النور)

’’وعدہ دیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے اور کئے انہوں نے اچھے کام کہ ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا ان کو زمین میں جیسے بنایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے، اور ضرور ضرور تمہیں دے گا ان کے لیے ان کے دین کو وہ دین جو پسند کیا اللہ نے ان کے لیے اور ضرور ضرور بدلے میں دے گا ان کو بعد ان کے ڈرنے کے امن عبادت کریں گے وہ میری نہ شریک کریں گے میرے ساتھ کسی چیز کو اور جو کفر کرے بعد اسکے پس وہی لوگ ہیں اعلیٰ درجے کے فاسق۔‘‘

شانِ نزول:

جب مسلمان تیرہ برس کفارِ مکہ کے ظلم سہتے سہتے صبر و استقامت کی آخری حد تک پہنچ گئے تو خدا کی اجازت سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے مگر یہاں بھی ان کو امن نہ ملا اور کفار کی طرف سے پے درپے ان پر حملے ہونے لگے بسا اوقات مسلمانوں کو ہر وقت مسلح رہنا پڑتا تھا، یہاں تک کہ بعض لوگوں کی زبان سے یہ کلمہ نکلا

کہ کبھی ہم کو امن وامان کا زمانہ بھی نصیب ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس وقت کے مسلمانوں سے وعدہ فرمایا کہ تمہیں اس زندگی میں تین انعامات سرفراز کیا جائے گا۔

☆ استخلاف فی الارض، .... یعنی (زمین کی حکمرانی)

☆ تمکین دین، .... یعنی (غلبۂ دین)

☆ خوف کے بعد امن

☆ جن کو خلافت دی جائے گی وہ عابدِ شب زندہ دل ہوں گے۔

☆ مُشرک نہیں ہوں گے۔

☆ خلافت ہم رنگ خلفائے سابقین یعنی (انبیائے کرام) ہوگی۔

☆ یہ خلافت علیٰ منہاج النبوت ہوگی۔

☆ انبیائے بنی اسرائیل کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کو سلطنتِ عظیمہ اور بڑے جاہ وجلال کی حکومت ملی تھی......وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا ......میں اس کی تصریح ہے۔

چنانچہ خلفائے راشدین کو بھی ملکِ عظیم نصیب ہوا جس میں روم اور ایران جیسی سلطنتیں زیرِ نگیں ہو چکی تھیں اور جزیرہ عرب، ملکِ شام اور مصر بھی قبضہ میں آ چکا تھا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافتِ فتوحات کا عظیم دور تھا۔

استخلاف کے معنی:

خلیفہ بنانا یعنی کسی کو کسی کا جانشین کرنا یا بادشاہ بنانا قرآن شریف اور احادیث میں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ

''یعنی اے داؤدؑ ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا۔''

وعدۂ خلافت اگرچہ پوری قوم سے ہے مگر اس سے مراد خاص افراد ہوں گے کیونکہ جب قوم کے مخصوص افراد کے پاس حکمرانی کے اختیارات ہوتے ہیں تو اس سے پوری قوم کی حکمرانی مراد لی جاتی ہے جس طرح انگزوں کی حکومت کہا جاتا ہے حالانکہ حکمران تو قوم کے چند افراد ہوں گے مگر پوری قوم مراد لی جائے گی۔

تمکین:

روم، ایران، شام، مصر پر قبضہ ہونے کے بعد تمکین بھی حاصل ہو جائے گی غلبہ دین۔

لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ:

لَهُمْ کلامِ عرب میں سبب کے لیے بھی آتا ہے اگر یہاں سبب کے معنی لیے جائیں تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ دین کو جو غلبہ ملے گا اس کا سبب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوں گے۔ اور اگر...... لَهُم ...... نفع کے معنی میں ہوگا تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ اس تمکین سے فائدہ بھی صحابہ کرام کو حاصل ہوگا اور یہ بڑے اطمینان سے خدا کی عبادت کریں گے۔

استدلالِ اہلسنّت:

اس آیت کریمہ سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا ثبوت اس طرح واضح ہوتا ہے جس طرح حدیث رایۃ سے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا محبّ ومحبوب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حدیثِ رایۃ یہ ہے کہ غزوہ خیبر میں ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا محبّ و محبوب ہوگا، اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ جس وقت حضور ﷺ نے یہ حدیث ارشاد

فرمائی اس وقت کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس حدیث میں کس کے اوصافِ جمیلہ بیان ہو رہے ہیں۔ سب کے دل اس دولتِ خداداد کی تمنا سے پُر تھے مگر جب دوسرے روز جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا گیا تو سب کو معلوم ہو گیا کہ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

اس آیت کریمہ کا اصلی مفہوم بھی اس وقت سامنے آیا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ منصبِ خلافت پر فائز ہوئے اور چار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔ اس آیت کریمہ سے چند امور کی نشاندہی ہوتی ہے اور ان پر نمبر وار غور کرنا ہے۔

نمبر1: موعود لہ کون ہے؟ یعنی خلافت کا وعدہ کس سے ہے۔

نمبر2: اس وعدے کے پورا ہونے کی کیا صورت ہوگی۔

نمبر3: جن چیزوں کا وعدہ کیا گیا وہ کس دور میں حاصل ہوئیں۔

جن لوگوں سے وعدہ ہوا:

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوالصّٰلِحَاتُ ا

"اللہ کا وعدہ اہلِ ایمان اور عملِ صالح کے پیکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے۔"

لفظ مِنْكُمْ ...... سے مراد اس زمانہ میں موجود اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے کیونکہ مِنْكُمْ میں حاضر مخاطب کا ہونا ضروری ہوگا۔ کسی جماعت کو بشارت سنا کر ان کا ایک آدمی بھی اس میں شامل نہ کرنا سراسر فریب ہوگا اور کلامِ الٰہی اس سے بری ہے۔

استخلافِ کامل:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر اس قدر کامل بیعت ہوئی تھی کہ شیعہ بھی اس کا انکار نہیں کر سکے چنانچہ شیعہ کی مشہور کتاب احتجاجِ طبرسی میں ہے:

مامن الامة احد بايَعَ مكرهًا غير علي واربعتنا۔

(احتجاج طبرسی ص ۲۸)

''امت میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے بغیر دلی رضا کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو سوائے علی رضی اللہ عنہ اور ہمارے چار اشخاص کے۔''

تمکینِ دین:

غلبۂ دین کی یہ کیفیت تھی کہ ان کی خلافت میں تمام اطراف عرب و عجم میں اسلام پھیل گیا اور ہر جگہ مفتی و قاضی مقرر ہو گئے، ایران اور روم اسلام کی دو طاقتور دشمن حکومتیں تھیں ان کو بھی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں زیر و زبر کر دیا گیا اور اسلام کے زیرِ نگیں آ گئیں۔ اسلام کے قدم روم کی زمین پر اس طرح جم گئے کہ ان کو اکھاڑنا کفر کے بس کی بات نہ رہی۔

خوف کے بعد امن:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق و اتحاد اور یک جان ہونے کی وجہ سے پوری اسلامی سلطنت میں مثالی امن و امان ہو گیا۔ شیعہ کی کتاب نہج البلاغہ میں ہے کہ جب ایران کی لڑائی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

والعربُ الیوم وان کانوا قلیلاً فھُمْ کثیرون بالاسلام و عزیزون بالاجتماع ۔

''اہل عرب کی تعداد اگرچہ آج کم ہے لیکن وہ بسببِ اسلام کے بہت طاقتور ہے اور باہمی اعتماد کی وجہ سے بہت غالب ہیں، ایک دن تھا کہ مسلمان ہر وقت ہتھیار بند رہتے تھے مگر آج امن کا یہ عالم تھا کہ ایک بڑھیا پوری اسلامی سلطنت میں ڈھیروں سونا لے کر پھر رہی ہے اور اس کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر کوئی نہیں دیکھ سکتا''

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ صبا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

ثابت ہوا کہ بحوالہ خلافت خلفائے ثلاثہ کی تھی کیونکہ تینوں چیزوں بدرجہ اتم ان کے دورِ خلافت میں پوری ہوئیں۔

مفسرین کی آراء:

امام ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ:

ھذا وعد من اللہ تعالیٰ لرسولہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ بانہ یجعلُ امۃ خلفاء الارض وولاۃ علیھم۔

(زیر آیت لیستخلفنھم فی الارض)

امامِ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

و فی الایۃ دلالۃ علی خلافت الصدیق وامامۃ الخلفاء الراشدین (معالم

التنزیل زیر آیت لیستخلفنهم فی الارض)

صاحب تفسیرِ کبیر ارشاد فرماتے ہیں:

انما كان فی ایام ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ لان فی ایام هم كانت الفتوح العظیمة وحصل التمكین و ظهور الدین والامن ولم یحصل ذالك فی ایام علیؓ۔

صاحب تفسیرِ مدارک فرماتے ہیں:

والایة اوضح دلیل علیٰ حقیقة خلافة الخلفاء الراشدین لاَنّ المستخلفین الّذین آمنوا وعملوا الصالحات۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

واستدل كثیر بهذا الایة علی صحة خلافة الخلفاء الاربعة رضی الله تعالیٰ عنهم لان الله تعالیٰ وعد فیها من حضرة الرسالة من المومنین بالاستخلاف و تمیكن دین الامن العظیم من الاعداء ۔

خلفائے راشدین پر احادیث سے استدلال:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بینهما انا نائمٍ راتنی علی قلیب علیها دلوفنزعت منها ماشاء الله ثم اخذها ابن ابی قحافة فنزع منها زنوبا اوزنوبین و فی نزعهٖ ضعف والله یغفرله۔

ثم استحالت غربا فاخذها ابن الخطاب ولم ار عبقر من الناس ینزع نزع عمر حتی ضرب الناس بعطن۔

(بخاری۔ترمذی)

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سورہا تھا میں نے خواب میں اپنے کو ایک کنویں پر دیکھا ڈول بھی اس پر تھا میں نے اس سے جس قدر خدا کو منظور تھا ڈول بھرے پھر اس ڈول کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لے لیا انہوں نے ایک دو ڈول بھرے مگر ان کے بھرنے میں کچھ ضعف تھا، اللہ ان کو بخشے، پھر وہ ڈول (پڑ) بن گیا پھر اس کو عمر نے یا میں نے کسی زور آور کو ایسا نہیں دیکھا کہ وہ عمر کی طرح زور و طاقت سے بھرتا ہو یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔‘‘

اخرج ابو داؤد عن ابی بکرۃ رضؓ ان رجلاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت کان میزاناً نزل من السماء فوزنت انت و ابو بکر فرجحت انت ووزن ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ فرجح ابو بکر رضؓ ووزن عمر رضؓ و عثمان رضؓ فرجح عمر رضؓ ثم رفع المیزان فاشآء لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فاء ذالك فقال خلافة نبوة ثم یوتی اللہ الملك من یشاء۔

’’ابو داؤد نے حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اتری اس میں آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وزن کیے گئے پس آپ وزنی رہے پھر عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ وزن کیے گئے اور عمر رضی اللہ عنہ وزنی رہے، بعد اس کے

وہ ترازو اوپر اٹھالی گئی، اس خواب کو سن کر رسول اللہ ﷺ کو رنج ہوا، آپ نے فرمایا کہ یہ خلافتِ نبوت ہے اس کے بعد خدا جس کو چاہے گا بادشاہت دے گا۔"

عن جبیر ابن مطعم ان امراۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کلمۃ فی شئی فا مرھا ان ترجع قالت ان لم اجد کانھا تقول الموت قال ان لم تجد ینی فاتی ابی بکرؓ

(بخاری ومسلم)

"جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ ایک عورت رسولِ خدا ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کسی معاملہ میں آپ سے گفتگو کی، آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ پھر آنا اس نے کہا کہ اگر میں آپ کو نہ پاؤں مطلب یہ کہ آپ کی وفات ہوجائے تو، آپ نے فرمایا مجھے نہ پاؤ تو ابوبکرؓ کے پاس جانا"

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قبیل مرضہ لقد ھممت اواردت ان ارسل الی ابی بکرؓ اوابنہ فاعھد ان یقول القائلون او یتمن المتمنون ثم قلت یابی اللہ و یرفع المومنون ۔

"حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے کچھ پہلے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے کو بلاؤں اور عہد نامہ لکھ دوں تا کہ کہنے والے کچھ کہہ

نہ سکیں، اور تمنا کرنے والے کچھ تمنا نہ کر سکیں، پھر میں اپنے دل میں کہا کہ چھوڑیں اللہ اور مسلمان ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے۔"

ذَالِكَ الَّذِىْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ا قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ا وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (پ۲۵ سورۃ الشوریٰ)

"یہ وہ انعام ہے جس کی خوش خبری سناتا ہے اللہ اپنے ان بندوں کو جنہوں نے ایمان قبول کیا اور انہوں نے اچھے کام کئے۔ اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ اجرت سوا محبت کے قرابت میں اور جو شخص کرتا ہے کچھ نیکی بڑھا دیتے ہیں ہم اپنی طرف سے اس نیکی میں خوبی۔ تحقیق اللہ بخشنے والا اور قدر دانی کرنے والا ہے"

اہلسنّت کے ہاں سورۃ مودۃ فی القربیٰ کا مفہوم اس طرح ہوگا کہ "فرما دیجئے میں کوئی اجرت نہیں چاہتا سوا اس کے کہ قرابت کی وجہ سے میرے ساتھ محبت و مہربانی کرو یعنی مجھے ایذا نہ پہنچاؤ، تبلیغِ رسالت میں مزاحمت نہ کرو!

شیعہ کی نزدیک آیت فی القربیٰ کا مفہوم ہے کہ میں امرِ رسالت میں سوائے اہلِ بیت کی محبت کے اور کچھ نہیں مانگتا، یعنی میری تمام محنت کا صلہ یہ ہے کہ میرے اہلِ بیت سے محبت کرو! میرے رشتے داروں کو مان لو؟

شیعہ کا معنی چار وجوہات کی بنا پر مردود ہے:

وجہ اول .... آیات قرآنیہ کے خلاف ہے۔

وجہ دوم .... احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔

وجہ سوم .... عظمتِ نبوت کے منافی ہے۔

وجہ چہارم .... عقل کے خلاف ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام

کے تذکروں میں ان کا علیحدہ علیحدہ اپنی امتوں کو جواب منقول ہے کہ:

وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (پ۱۹ سورۃ الشعرآء)

اگر اس معنی کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ خود آنحضرت ﷺ کے اپنے اعلان کے خلاف ہوگا کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ

(پ۷ سورۃ الانعام)

یعنی ''اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس کی کچھ اجرت نہیں مانگتا یہ تو نصیحت ہے سارے جہان کے لیے۔''

وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ

(پ۱۲سورۃ یوسف)

اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ

(پ۱۸سورۃ مومنون)

یعنی ''اے نبی! کہ آپ ان لوگوں سے کچھ خرچ مانگتے ہیں، آپ کے پروردگار کا دیا ہوا خرچ آپ کے لیے بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔''

قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

(پ۱۹سورۃ فرقان)

''اے نبی! کہہ دیجئے میں اس کی کوئی اجرت تم سے نہیں مانگتا سوا اس کے کہ جو چاہے اپنے پروردگار تک پہنچے کی راہ اختیار کرے۔''

قُلْ مَاسَأَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ

یعنی ''اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں نے اگر تم سے کوئی اجرت مانگی ہو تو وہ تمہارے لیے ہے یعنی اس کو تم اپنے پاس رکھنا مجھے نہ دینا، میری اجرت تو اللہ کے ذمے ہے اور وہ ہر چیز پر مطلع ہے۔''

قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ۲۳سورۃ ص)

''اے نبی! کہہ دیجئے میں تم سے اس کی کچھ اجرت نہیں مانگتا اور

میں نہیں تکلیف کرنے والوں میں نہیں کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ یہ تو ایک نصیحت ہے سارے جہان کے لیے"

انبیاء علیہم السلام کی قرآنِ مجید نے واجب الاتّباع ہونے کی بڑی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ:

اِتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ

"یعنی ان لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں۔"

قرآنِ مجید نے جب شیعہ کے چلنے نہ دیا تو انہوں نے قرآنِ حکیم میں تحریف شروع کردی، حضرتِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جسے ایک شیعہ مصنف ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں نقل کیا ہے جو شیعہ پر ہُو بہُو فٹ آتا ہے کہ:

"سلمان بمردم گفت کہ گردنحستند از قآن بسوئے حدیث زرا کہ قرآن را کتاب رفیعے یافیتد درآنجا شمارا حساب مے نمائند بہ نقیر و قطمیر و فتیل یعنی بہ امرے خوروے وریزہ پس تنگی کرو بہ شمار احکام قرآن پس گردنحستند بسوئے احادیث کہ کاررا بہ شما کشادہ وآسان کروہ است" (حیات القلوب ج۲ص۶۳)

"حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم قرآن سے بھاگ کر حدیث کی طرف گئے کیونکہ قرآن کو تم نے ایک بلند کتاب پایا، کہ اس میں ذرہ ذرہ سی چیزوں پر گرفت ہوتی ہے! پھر قرآن کے احکام پر تم نے تنگی کی اس لیے ان حدیثوں کی طرف تم بھاگے جنہوں سے کام کو تم کشادہ اور آسان کردیا۔"

شیعہ کا معنی احادیث کے خلاف ہے:

عن ابن عباس رضی الله عنهما انه سئل عن قوله الا المودة فی القربی فقال سعید ابن جبیر قربی الیٰ محمد ﷺ فقال ابن عباد عجلت ان النبی ﷺ لم یکن بطن عن قریش الا کان له فیهم قرابةً فقال الا ان تصلو مابینی و بینکم من القرابة (بخاری کتاب التفسیر)

"صحابی فرماتے ہیں کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیتِ سورۃ فی القربیٰ کا مطلب پوچھا گیا، سعید بن جبیر نے کہا قرابت آلِ محمد ﷺ کی راہ ہے تو ابنِ عباس نے فرمایا کہ تم نے جواب دینے میں عجلت کی اصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قریش کے ہر خاندان سے قرابت تھی لہٰذا فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان میں جو قرابت ہے اس کا لحاظ کرو!"

اس حدیث کی مثل مسلم، ترمذی میں بھی موجود ہے، ابنِ جرر طبری نے اپنی تفسیر جامع البیان میں اسی روایت کی تائید میں کثیر روایات کو نقل فرماتے ہیں۔ تفسیرِ حازن، مدارک، روح المعانی، تفسیرِ کبیر، تفسیر درِ منثور میں اس تفسیر کی تائید مطاعلہ کی جاسکتی ہے۔

محدثِ اعظم حضرت شاہ ولی اللہ اس کا ترجمہ:

عظمتِ رسالت کے منافی ہے:

پیغمبرِ خدا کی یہ عظمت کے منافی ہوگا کہ اپنی تمام جدہ جہد کا صلہ اپنے رشتے

داروں کی محبت کی صورت میں مانگیں اور مانگیں کن سے اپنے مخالفین سے! اور پھر رشتے دار بھی مخصوص، بھلا ان سے کفار کو کیا واسطہ؟

شیعہ کا معنیٰ عقل کے خلاف ہے:

سورۃ شوریٰ مکی ہے اور بات اظہر من الشمّس ہے کہ مکہ مکرمہ میں حضرتِ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما ابھی پیدا تک نہیں ہوئے تھے اس لیے ان کی محبت کو صلہ میں مانگنا اور پھر کفارِ مکہ سے مانگنا یہ عقل اور نقل کے خلاف ہے۔

اہلِ سُنت کا ایک گروہ اس کو قرابت داری یعنی رشتہ داری کے معنی میں لیتا ہے۔ یہ تفسیر حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ہے اس کو بہت راویوں امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر، طبرانی، بیہقی اور ابنِ سلا نے نقل کیا ہے اور یہی تفسیر عکرمہ، قتادہ، سُدی، ابو مالک، عبدالرحمٰن بن زید، ضحاک عطا بن دینار اور دوسرے اکابر مفسرین نے بیان فرمائی ہے۔

ایک گروہ قربیٰ کو قرب اور تقرب کے معنی میں لیتا ہے ان کا استدلال قرآنِ حکیم کی یہ آیت کریمہ ہے:

قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

(پ۱۹ سورۃ الفرقان)

”جس کا جی چاہے اپنی رب کا راستہ اختیار کرلے“

تیسرا گروہ اس کو اقارب اور رشتے داروں کے معنی میں لیتا ہے۔

آیتِ مباہلہ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

(پ۳ سورۃ آل عمران)

''پھر جو شخص آپ سے جھگڑا کرے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بعد اس کے کہ آ گیا آپ کے پاس علم تو کہہ دیجئے کہ آ ؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی ذاتوں کو اور تم اپنی ذاتوں کو پھر گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں پھر کریں ہم اللہ کی لعنت جھوٹ بولنے والوں پر۔''

شانِ نزول:

مدینہ کے قریب بخران نامی ایک بستی عیسائیوں کی تھی، ۹ھ میں ان کا ایک وفد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کا مقصدِ آمد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی کوئی صورت پیدا کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا جائزہ لیا جائے اور مستقبل میں تحفظ حاصل کرنے کے لیے بات چیت کی جائے، انہوں نے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوالات کیے جن کی تفصیلی جوابات اسی سورۃ میں موجود ہیں ان باتوں کو جواب تو ان سے نہ بن پڑا البتہ کج بحثی شروع کر دی اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا شروع کر دیا جس پر یہ آیت مباہلہ نازل ہوئی۔

عیسائیوں کا جواب:

جب نبی اکرم ﷺ نے حکمِ خداوندی عیسائیوں کو سنایا تو انہوں نے کہا کہ ہم مشورہ کر کے اس کا جواب دیں گے، انہوں نے اپنے بڑے راہبوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ تم کو معلوم تو ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں تو ضرور ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرو کیونکہ جس قوم نے اللہ کے نبی کے ساتھ مباہلہ کیا تو اس کا کوئی فرد بھی بچنے نہیں پایا حتیٰ کہ مرد عورتیں، بوڑھے، بچے تمام کے تمام تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ سن کر ان کی ہمت پست ہوگئی اور انہوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اہلِ نجران مباہلہ کرتے تو سوٴر اور بندر ہو جاتے، اور تمام میدان آگ سے بھر جاتا اور نجران میں انسان تو انسان درختوں کے اوپر چڑیاں بھی نہ بچتین، ایک سال کے اندر سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔

مباہلہ میں شرکت کے لیے کن کو بلایا:

اخرج ابن عساکر عن ججعفر بن محمد عن ابیه فی هٰذه الاية تعالوا ندع ابناء نا الاية قال فجاء با بی بکرؓ وولده و بعمرؓ وولده و بعثمانؓ وولده و بعلیؓ وولده

(روح المعانی ج اول ص ٦٠٦)

”ابنِ عساکر امامِ جعفر صادق سے انہوں نے اپنے والد سے اس آیت یعنی تعالوا ندع ابنائنا کے متعلق روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی بمع ان کی اولاد کے بلالیا اور عمر رضی اللہ عنہ کو بمع اولاد اور عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بمع اولاد اور

علی رضی اللہ عنہ کو بھی بمع اولاد بلالیا تھا۔"

مخالفینِ صحابہ اس آیت سے خلافتِ علی بلافصل ثابت کرتے ہیں۔

استدلال:

اس آیت کے نزول کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ، حسن رضی اللہ عنہ ، حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لیا تھا اور کسی کو اپنے ساتھ نہیں لیا تھا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ انفنا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابناء نا سے حسنین رضی اللہ عنہما اور نساء نا سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ اس آیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نفسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا ہے اس سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی معصومیت اور خلافت ثابت ہوگی۔

اہلِ سُنت کا مؤقف:

اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل تو کیا مطلقاً خلافت کا ثبوت بھی نہیں ملتا، اگر اس آیت کو شیعہ کے مؤقف کی ترجمان سمجھ لیا جائے تو اس میں مندرجہ ذیل خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

پہلی خرابی:

مخالفین کا استدلال آیتِ قرآنی پر نہ رہا بلکہ شانِ نزول کی حدیث پر قائم ہوئی اور حدیثِ نزول حدِ تواتر کو نہیں پہنچی کیونکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لینے کا مضمون روایت ہی میں ہے آیت میں نہیں۔

دوسری خرابی:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا بلانا تو صحیح روایات سے

ثابت ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلانا اکثر صحیح روایات میں نہیں ہے چنانچہ امامِ طبری اپنی تفسیرِ طبری ج سوم ص ۱۹۲ پر فرماتے ہیں کہ:

حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر قال فقلت للمغیرة ان الناس یروون فی حدیث نجران علیًا کان معھم فقال اما الشعبی فلم یذکرہ فلا ادری بسوء رای بنی امیہ فی علی اولم یکن فی الحدیث۔

''ہم سے ابن حمید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے جریر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں مغیرہ سے کہا کہ لوگ نجران کے قصے میں روایت کرتے ہیں کہ علی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو انہوں نے کہا کہ شعبی نے علی کا ذکر نہیں کیا، اب میں تمہیں نہیں جانتا کہ بنی امیہ کا خیال چونکہ علی کے بارے میں خراب تھا اس لیے شعبی نے ان کا ذکر نہیں کیا یا دراصل تھے ہی نہیں۔''

اسی طرح ایک روایت قتادہ کی اسی تفسیر میں منقول ہے اس میں حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

تیسری خرابی:

انفسنا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور ابناء نا سے حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کا اور نسائنا سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معنی کرنا اور اسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا کذب علی الرسول کے مترادف ہوگا۔

چوتھی خرابی:

لفظ ......اَنۡفُسَنَا...... پر مفسرین کا اجماع قطعاً نہیں ہے کہ اس سے صرف

حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں بلکہ اکثر مفسر محققین اس کے خلاف ہیں۔امامِ طبری فرماتے ہیں کہ:

لانسلم ان المراد بانفسنا الا میر بل المراد نفسه الشریف صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(تفسیر طبری ج سوم ص ۱۹۲)

تفسیرِ کشاف میں ہے:

نَدْعُ اَبْنَـآءَنَا وَ اَبْنَـآئَـكُمْ ای یدع کل منی و منکم ابناء ہ ونساء ہ و نفسه الی المباھلة۔ (تفسیر کشاف)

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ای یدع کل مناد منکم نفسه واعزۃ اھله۔

پانچویں خرابی:

اس سے تمام مخصوص افراد مراد لیے گئے حالانکہ اگر مباہلہ ہوتا تو مفسرین کی رائے گرامی یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو مباہلہ میں شرکت کا حکم ملتا۔ چنانچہ تفسیرِ محیط ج ا ص ۴۷۹ میں ہے:

ولو عزم نصارٰی نجران علی المباھله و جاء و لا مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمین ان یخرجوا باھا لیھم للمباھلة۔

چھٹی خرابی:

انفسنا ...... سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور...... نساء نا ...... سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور...... ابناء نا ...... سے حضرات حسنین کا مراد لینا لغتِ عرب اور محاورۂ عرب کے خلاف ہے۔

○ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ۔

○ لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ۔

لغت عرب میں ابن بیٹے کو کہتے ہیں اور نواسے کو ابن البنت کہتے ہیں۔

☆ لفظ نساء جب کسی کی طرف مضاف ہو کر بولا جاتا ہے تو اس سے مراد اس کی زوجہ ہوتی ہے جیسے یا نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆ آیت تطہیر میں ام سلمہ نے چادر کے نیچے آنے کو کہا تو فرمایا انك علٰی خیر ......

ساتویں خرابی:

نفس رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماننے سے حضرت سیدہ کے ساتھ نکاح کس طرح جائز ہوگا اگر لفظ انفس سے استحقاق ثابت ہوتا ہے تو پھر تمام اہل مکہ کا استحقاق خلافت ماننا پڑے گا۔

☆ حضرت امام نسائی کو فضائل علی رضی اللہ عنہ بیان کرنے کیوجہ سے نواصب نے قتل کر دیا۔

فضائل علی کی روایتوں کو نقد و جرح کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔